

اسلامی نظام نافذ کریں!

انصاف ایک ہمہ جہت صفت ہے۔ صرف عدالت کے نظام کو انصاف کرنے کے لئے مختص کرنا، اس عظیم فلسفہ کی حد درجہ تحقیر ہے۔ غور سے دیکھا جائے تو انصاف سماج کے ہر پہلو کا بے لاگ احاطہ کرتا ہے۔ اس میں طرز حکمرانی، حکومت کرنے کا بھرپور نظام، عوام کا کسی بھی حکومت پر اعتماد، لوگوں کی زندگی کو آسان بنانے کا چلن، ملکی دفاع اور سرکاری اور غیر سرکاری اخراجات، سب کچھ آجاتا ہے۔ دوبارہ گزارش کرونگا کہ انصاف کسی بھی ملکی نظام کی ریڑھ کی ہڈی ہوتی ہے۔ اور اگر یہ کمزور یا ٹیڑھی ہو جائے، تو پورا ملکی نظام اور رعایا کی حالت برباد ہو جاتی ہے۔ سارا دن سیاست دانوں اور اہم اداروں کو کوستے رہتے ہیں۔ لہذا ہمیں پورے نظام میں ”صفت انصاف“ پر غور کرنے کے لئے وقت ملتا ہی نہیں ہے۔ تاریخ کے طالب علم کے طور پر عرض کر رہا ہوں۔ فرعون مصر سے لے کر رومن حکومت تک، عیسائی بادشاہوں سے لے کر مسلمان سلاطین تک، قدیم چینی شہنشاہیت سے لے کر برصغیر کی ملی جلی ریاستوں تک، سوسائٹی کے عظیم ترین وصف کو تلاش کرنا حد درجہ مشکل ہو جاتا ہے۔ ناراض نہ ہوئیے گا۔ بادشاہ یا حکمران صرف بادشاہ ہی ہوتا ہے۔ اسے مذہب کی بنیاد پر تقسیم کرنے سے کچھ ذہنی سکون تو حاصل کیا جاسکتا ہے۔ مگر قدیم زمانے سے لے کر آج تک حکمران صرف مطلق العنان حاکم ہی ہوتے ہیں۔ ہر طرح کے احتساب سے مبرا۔ ایک ایسی اشرافیہ جس تک پہنچنے میں انصاف یا کسی بھی قانون کے پرچلتے ہیں۔ مگر آپ حیران رہ جاتے ہیں۔ جب آپ اسلام کا ابتدائی دور اور خلفاء راشدین کے نظام حکومت کو پرکھتے ہیں۔ ہزاروں یا شاید لاکھوں برسوں میں آقا اور ان کے خلفاء کا محض دہائیوں کا دور ہر لحاظ سے حیرت انگیز بلکہ محیر العقول ہے۔ انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ وہ لوگ جو کسی بڑی تعلیمی درسگاہ کے فارغ التحصیل نہیں تھے، کسی مدرسے سے بھی نہیں پڑھے تھے، وہ انسانی کردار کی بلند ترین عظمت تک کیسے جا پہنچے۔ جہاں انہوں نے پوری دنیا کے لئے جدید ترین نظام حکومت ترتیب دے ڈالا۔ دلیل سے عرض کرونگا کہ یہ اعجاز ان عظیم لوگوں کا آقا کی تربیت اور اسلام کے اصولوں پر چوں چراں کیے بغیر عمل کرنا تھا۔ طالب علم مکمل طور پر مغربی درسگاہوں کا فارغ التحصیل ہے۔ مگر آقا اور خلافت راشدہ کے دور جیسا دور، علمی طور پر تلاش کرنے کے باوجود کہیں بھی نظر نہیں آیا۔ ہاں ایک بات کا اقرار ضرور کرونگا۔ مغرب نے انصاف کے کلیے کو سماج میں پروان چڑھایا اور آج وہ ہمارے اسلاف کی طرح دنیا پر حکومت کر رہے ہیں۔

حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے کا ایک واقعہ، جناب شبلی نعمانی نے اپنی کتاب ”الفاروق“ میں تحریر کیا ہے۔ ذرا پڑھیے۔
آب حیران رہ جائیں گے کہ چودہ سو برس پہلے کتنا بہترین طرز حکمرانی تھا۔ حضرت عمرؓ کو انصاف کا اس قدر اہتمام تھا کہ اس

کے تجربہ اور امتحان کے لئے متعدد دفعہ خود عدالت میں فریق مقدمہ بن کر گئے۔ ایک دن ان میں اور ابی ابن کعب میں کچھ نزاع تھی۔ ابی نے زید بن ثابتؓ کے ہاں مقدمہ دائر کیا۔ حضرت عمرؓ مدعا علیہ کی حیثیت سے حاضر ہوئے۔ زید نے تعظیم دی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ تمہارا پہلا ظلم ہے۔ یہ کہہ کر ابی کے برابر بیٹھ گئے۔ ابی نے قاعدے کے موافق حضرت عمرؓ سے قسم لینی چاہی لیکن زید نے ان کے رتبے کا پاس کر کے ابی سے درخواست کی کہ امیر المؤمنین کو قسم سے معاف رکھو۔ حضرت عمرؓ اس طرف داری پر نہایت رنجیدہ ہوئے۔ زید کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ ”جب تک تمہارے نزدیک ایک عام آدمی اور عمر برابر نہ ہوں تو منصب قضاء کے قابل نہیں سمجھے جاسکتے۔“

موجودہ حالات میں اپنے ملک میں معاملات کو منطقی انداز میں دیکھنے کی کوشش کرتا ہوں۔ یقین کیجئے ماتم کرنے کو دل چاہتا ہے۔ یہ مت سمجھئے کہ ہمارا کوئی بھی حکمران اسلام کے آفاقی اصولوں کی پیروی کرتا تھا۔ بالکل نہیں۔ ہرگز ہرگز نہیں۔ مثال دینا چاہتا ہوں کہ پورے ملک میں اقتصادیات کے شعبہ سے واسطہ حکومتی اور غیر حکومتی افراد گلاباز پھاڑ کر فرما رہے ہیں کہ پاکستان دیوالیہ ہونے کے قریب ہے۔ ڈالر نہیں ہیں۔ یہ بات بالکل ٹھیک ہے کہ ملک کی معاشی صورت حال حد درجہ مشکل ہے۔ لیکن کیا موجودہ اور سابقہ حکومتوں کے عمال کے وپیروں سے کوئی اندازہ کر سکتا ہے کہ ہم کسی طرح بھی ایک غریب بلکہ مفلس ملک ہیں۔ واشنگٹن سے ایک دوست نے کوئی سال پہلے فون کیا۔ ہمارے فلاح ملک کے سابقہ وزیر خزانہ وہاں قرضہ لینے کی ناگوار مہم پر تشریف لے گئے تھے۔ یقین فرمائیے۔ وہ واشنگٹن کے مہنگے ترین ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ کمرے کا کرایہ دو سے تین ہزار ڈالر یومیہ تھا۔ سفر کرنے کے لئے مہنگی ترین گاڑیاں کرائے پر حاصل کی گئیں تھیں۔ لگتا تھا کہ وہ امریکہ کو مالی امداد دینے کے لئے تشریف لائے ہیں۔ بالکل یہی معاملہ نواز شریف صاحب زرداری صاحب کے بیرونی دوروں کے اخراجات کا ہے۔ امریکہ، برطانیہ کے لاکھوں ڈالروں پر کروڑوں ڈالراڈینا بالکل معمولی بات تھی۔ ماضی کی لیکر کو کیا پیٹنا۔ ذرا موجودہ وزیر اعظم کے لندن، سعودی عرب اور ترکی کے دوروں پر اخراجات کا تخمہ لگائیں۔ فلاح ملک کے حکمران ان ملکوں میں کتنے شاہانہ طریقے سے گئے اور رہے ہیں۔ اس پر افسوس نہیں بلکہ شرم آنی چاہیے۔ کیا ہمارے وزیر اعظم پاکستانی سفارت خانوں میں نہیں ٹھہر سکتے۔ پاکستانی سفیروں کے گھروں میں ٹھہرنے سے کیا ہمارا قیمتی زر مبادلہ نہیں بچے گا۔ اس کو بھی رہنے دیجئے۔ کیا بیرون ملک کسی معتمول پاکستانی کے گھر ٹھہرنے سے ان کی شان گھٹتی ہے۔ نہیں صاحب نہیں۔ یہ ہمیں یہی بھاشن دینگے کہ ملک دیوالیہ ہو گیا ہے۔ مگر اپنی شاہ خرچیوں پر کوئی قدغن نہیں آنے دینگے۔ بالکل اسی طرح ہمارے موجودہ وزیر خارجہ ابھی چند ممالک میں تشریف لے گئے تھے۔ پیپلز پارٹی کے چند معتبر وزراء بھی ساتھ تھے۔ سوئٹزرلینڈ میں جس شاہانہ طور پر ٹھہرے تھے۔ موج میلہ کیا تھا۔ جشن منانا گیا تھا۔ اس پر وہاں کے حکام حیران تھے۔

سوئزر لینڈ سے ایک پاکستانی نے مجھے روتے ہوئے فون کیا۔ کہ جناب، یہ تو اس طرح یہاں رہ رہے ہیں جیسے سوئزر لینڈ کو قرضہ دینے آئے ہوں۔ سرکاری خرچ پر بابوؤں کی عیاشیاں بھی بالکل اسی طرز کی ہیں۔ سادگی کا دور دور تک کوئی نام و نشان تک نہیں ہے۔ پاکستان آ کر ہمیں بے وقوف بناتے ہیں کہ زہر کھانے کے پیسے تک نہیں ہیں۔

دور مت جائیے۔ ہمارے ہاں ایک ایسے شخص کو اہم ترین مقام پر لگایا گیا جس کے متعلق دستاویزی ثبوت موجود تھے اور ہیں کہ وہ اپنے دفتر تک میں خواتین سے ”کرم فرمائی“ فرما لیتے تھے۔ مسئلہ بالکل سادہ سا ہے۔ یہ دو چار ہزار لوگ پورے ملک کو غلام بنا چکے ہیں۔ ان کے لئے نہ لوڈ شیڈنگ ہے اور نہ ہی پٹرول کی بڑھتی ہوئی قیمت کوئی مسئلہ ہے۔ اب اس کا حل کیا ہے۔ میرے بتائے ہوئے چند واقعات تو تقریباً سبھی کے علم میں ہونگے۔ مگر مسئلے کے حل کی طرف بہت کم لوگ آتے ہیں۔ طالب علم نے سوشلزم اور دیگر نظام حکومت، ترتیب سے پڑھے ہیں۔ مغربی ممالک کو بھی نزدیک سے دیکھا ہے۔ مغرب کا مروجہ نظام ہمارے ملک کے لئے قابل عمل نہیں ہے۔ ہم نے ہر طرح کے انتظامی تجربات بھی کر کے دیکھ لئے ہیں۔ اسلامی سوشلزم سے لے کر ضیاء الحق کی مذہب کی تشریح، پرویز مشرف کی جعلی روشن خیالی، سب کچھ ہمارے سامنے موجود ہیں۔ کسی طرح بھی ملک کامیابی اور بلندی کی طرف نہیں جاسکا۔ اب معاملہ بالکل سادہ ہے۔ حل بھی مکمل طور پر موجود ہے۔ ہمیں اسلام کے آفاقی اصولوں کی طرف لوٹنا چاہیے۔ اسلامی طرز حکومت جو خلافت راشدہ تک جاری و ساری رہا، اس سے اپنا نظام کشید کرنا پڑے گا۔ اگر چودہ سو برس پہلے آقا اور خلفائے راشدین حد درجہ سادگی سے رہ سکتے تھے۔ تو ہم تو ان کی پیروں کی خاک بھی نہیں ہیں۔ پھر اسلامی اصول، اجتہاد کے ساتھ ہم لاگو کیوں نہیں کر سکتے؟۔ ہمارے پاس تمام بلند ترین قوانین موجود ہیں۔ قرآن مقدس میں بھی اور عملی طور پر بھی۔ پھر ہمیں ارد گرد دیکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ مگر یہ اتنا آسان نہیں ہے۔ ہمارے ملک میں حد درجہ کے لالچی گروہ، عوام کے پیسوں پر پل رہے ہیں۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ ہمارا خون چوس رہے ہیں۔ ایسے ایسے واقعات سامنے آ رہے ہیں۔ جسے لوٹ مار کہنا غلط ہوگا۔ عوام کو ڈاکوؤں اور بحری قزاقوں کے حوالے کر دیا گیا ہے۔ ہر ادارہ اب اسی کج عملی کا شکار ہے۔ کسی میں بھی عملی طور پر برتری برابر بھی کوئی فرق نہیں۔ ہمیں قطعاً ایسے نظام حکومت اور نظام انصاف کی ضرورت نہیں جو عام آدمی کے لئے بوجھ کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔ لوگ دعائیں مانگتے ہیں کہ تھانہ کچھری سے کبھی واسطہ نہ پڑے یہ بے بسی کی انتہا ہے۔ اور یہی ہمارے بالائی طبقہ کی زندگی کا جواز ہے۔ سب کچھ آزما کر دیکھ لیا۔ کچھ بھی حاصل نہ ہو پایا۔ لہذا اب قرآن حکیم، آقا کی سیرت اور خلفاء راشدین کے طرز حکمرانی سے اصول مستعار لیجئے۔ انہیں من و عن رائج کر دیں۔ مغربی دنیا اگر چیخیں مارتی ہے تو انہیں واویلہ کرنے دیں۔ آپ دیکھیں گے کہ مختصر ترین مدت میں حالات عوام کے لئے بہترین ہو جائیں گے۔ اور اشرافیہ کے لئے قیامت برپا ہو جائے گی۔ آگے بڑھے اور یہ فیصلہ کر لیجئے!